بطل حریت

محمد رمضان یوسف سلفی

ہر شخص کو قدرت یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اگر چاہے تو اپنی زیست مستعار کو زندہ جاوید بنالے۔مگر یہ راستہ اتنا پرخار ہے کہ اہل جنوں ہی اس کی آبلہ پائی پہ آمادہ ہوتے ہیں۔ مادہ پرستوں کیلئے "جان دینا" ایک سوہان روح مرحلہ ہے۔چنانچہ ایسے افراد زندگی میں ہی نابود ہو جاتے ہیں مگر جس نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں وہ پھر مرتا نہیں۔ اس کا مدفن احباب کے سینے بن جاتے ہیں۔اور وہ تا ابد زندہ رہتا ہے۔ یہ ہے ایک جولانی طبع شخص کے حالات جس نے اس بات کو سمجھ لیا تھا۔

مولانا محمد دین مجاہد 1892 میں ضلع قصور کے نواحی قصبے میر محمد میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا اسم گرامی الٰہی بخش بن محکم دین تھا۔مولانا الٰہی بخش اس علاقے کے مشہور عالم دین اور خطیب تھے۔ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔اور گاؤں کی مسجد کے خطیب و امام تھے۔اسی گاؤں "میر محمد" میں اہلحدیث افراد کی بھی خاصی تعداد تھی۔حافظ یحییٰ میر محمدی کے والد گرامی حافظ محمد یہاں فروکش تھے اور انہوں نے بچوں کی تعلیم و تعلم کے لئے مدرسہ قائم کر رکھا تھا

تحریک حریت کے ایک عظیم مجاہد کی داستان حیات

مولانا محمد دین مجاہد ان بخت بلند علمائے کرام سے تھے جنہیں قافلہ حریت کا ہم رکاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہ تحریک آزادی کے سرگرم کارکن اور انتھک مجاہد تھے۔ان کی ساری زندگی دعوت و جہاد کے اس مشن کی نذر ہو کر رہ گئی۔ جس کا مقصد اس خطہ ارض سے انگریز حکومت کا خاتمہ کر کے یہاں کے مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانا تھا۔ جہاد اور آزادی کا سبق شروع دن سے ہی امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی اور صوفی محمد عبداللہؒ نے ان کو ازبر کرا دیا تھا۔اس مرد حق آگاہ نے ان باتوں کو پلے باندھ کر تمام عمر عملی جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔اس میدان کارزار میں انہیں نامساعد حالات اور مصائب و آلام کی بہت سی کٹھن منزلوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن یہ مرد آہن صبر و استقامت سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ عالی قدر اساتذہ کرام اور تحریک جہاد کے بلند مقام قائدین نے اخلاص و للٰہیت ، ورع و عفاف، صبر و استقلال اور امانت و دیانت کے جو اسباق انہیں ذہن نشین کروائے تھے وہ تمام عمر ان کے قلب و ذہن پر مرتسم رہے۔ وہ نہایت درجے نیک طینت اور تقویٰ شعار بزرگ تھے۔انہوں نے تکلفات سے مبرا بڑی سادہ زندگی بسر کی۔ ان کی زندگی کا محور اسلام کی سچی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا اور جہاد کے بھولے ہوئے سبق کو پھر زندہ کرنا تھا۔مولانا فضل الٰہیؒ وزیر آبادیؒ کے یہ خاص دست رست اور صوفی عبداللہ (ماموں کانجن والے) کے رفیق خاص تھے۔ قافلہ حریت کے اس گمنام مجاہد کو میں نے پہلی بار 1980ء میں دیکھا۔لمبا قد، جو یقیناً سات فٹ سے اوپر ہوگا، کھلی پیشانی، موٹی موٹی آنکھیں جن پر نظر کی عینک، خوبصورت چہرہ، اونچی لمبی کھڑی ناک، پوری داڑھی، لمبے لمبے ہاتھ پاؤں، تہبند اور کرتے پر مشتمل سادہ لباس زیب تن، پاؤں میں معمولی جوتا، سر پر اونی ٹوپی، ہاتھ میں چھڑی، دیکھنے میں بارعب اور وجیہہ، قد کاٹھ کے اعتبار سے غیر معمولی، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ ہماری مسجد محمدی اہلحدیث نثار کالونی کے خطیب مولنا عبدالعزیز راشد صاحب کے والد گرامی ہیں۔اس کے بعد میں نے کئی بار ان کی خدمت میں سلام کیا اور انہوں نے کمال شفقت سے سلام کا جواب دیا۔ میں کئی بار اس بزرگ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور دعوت و جہاد سے متعلق ان کی زندگی کی داستان تگ و تاز سنی۔ 16 نومبر 1999 کو میرے مرشد و مربی ذہبیٔ وقت مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب فیصل آباد تشریف لائے میں نے ان سے مولانا محمد دین مجاہد کا تذکرہ کیا تو وہ ان سے ملاقات کے متمنی ہوئے۔ چنانچہ ہم عزیز دوست علی ارشد چوہدری کے ہمراہ مولانا محمد دین کے ہاں پہنچے۔ اس وقت وہ اپنے چھوٹے صاحب زادے کے ہاں فیصل آباد کے مہندی محلہ میں قیام پذیر تھے۔اور ان کا قافلہ حیات 100 سے اوپر منزلیں طے کر چکا تھا۔اس کے باوجود انہوں نے بھٹی صاحب کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور کہنے لگے "تم کوٹ کپورے والے اسحاق بھٹی ہو؟" پھر مولانا بھٹی صاحب کے ساتھ بابا محمد دین راز و نیاز کی بہت سی باتیں کیں۔اور پرانے دور کی یادوں کو تازہ کیا۔ ہماری یہ آخری ملاقات تھی جو مرحوم کے ساتھ ہوئی اس موقع پر ان کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز راشد بھی موجود تھے۔مرحوم گزرے ہوئے دور کی ایک نشانی تھے اور ہمارے اسلاف کی یادگار۔ آیئے ان کے حالات زندگی سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ انہوں نے کارزار زندگی میں دعوت دین

پھیلانے اور میدان جہاد میں کیا خدمت سرانجام دی۔ یہ وہ معلومات ہیں جو ہمیں مولانا کے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز راشد اور پوتے پروفیسر عتیق الرحمٰن عزیز سے حاصل ہوئیں۔

مولانا محمد دین مجاہد 1892ء میں ضلع قصور کے نواحی قصبے میر محمد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا اسم گرامی الٰہی بخش بن محکم دین تھا۔ مولانا الٰہی بخش اس علاقے کے مشہور عالم دین اور خطیب تھے۔ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اور گاؤں کی مسجد کے خطیب وامام تھے۔ اسی گاؤں ''میر محمد'' میں اہلحدیث افراد کی بھی خاصی تعداد تھی۔ حافظ یحیٰی میر محمدی کے والد گرامی حافظ محمد یہاں فروکش تھے اور انہوں نے بچوں کی تعلیم وتعلم کے لئے مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔ گاؤں کی مذہبی فضا عمدہ تھی تمام لوگ ایک دوسرے سے محبت والفت سے پیش آتے تھے اور اپنے سے اختلاف رکھنے والے مسلک فقہی کے لوگوں کا احترام کرتے۔ اس ماحول سے متاثر ہوکر مولوی الٰہی بخش نے اپنے لخت جگر کو حافظ محمدؒ کے مدرسے میں داخل کروا دیا۔ مولانا محمد دین مجاہد نے ناظرہ قرآن پڑھنے کے بعد ترجمہ قرآن اور علوم حدیث کی کتب پڑھنا شروع کیں۔ حافظ محمدؒ حافظ دوست محمدؒ اور مولانا عبدالحق جیسے تقویٰ شعار اور نیک طینت اساتذہ کرام سے انہوں نے خوب اکتساب علم کیا۔ جیسے جیسے وہ قرآن حدیث کا علم پڑھتے گئے ان کے قلب وذہن میں توحید وسنت کے نور کا اجالا ہوتا گیا اور آپ بریلوی عقائد سے تائب ہوکر راسخ العقیدہ مسلمان اور متبع سنت بن گئے۔ ان کی برادری کے لوگ غیر شرعی رسوم وعوائد کے حامل تھے۔ مولانا محمد دین نے ان کو شرک وبدعات سے منع کیا اور اتباع سنت کی تلقین کی۔ اس پر برادری کے لوگ بھڑک اٹھے اور انہوں نے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آپ کے استاذ گرامی حافظ محمد صاحب نے انہیں مدرسہ غزنویہ امرتسر میں بھیج دیا۔ کچھ عرصہ آپ وہاں زیر تعلیم رہے پھر بڈھیمال ضلع فیروز پور چلے گئے اور وہاں سے علم کا فیض حاصل کیا۔ انتہائی درجے کی کتب کی تکمیل مسجد چینیانوالی لاہور سے کی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں مولانا نیک محمد شیخ الحدیث، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا عبداللہ بھوجیانی اور مولانا محمد علی لکھوی مہاجر مکی کے نام شامل ہیں۔ ان نیک نہاد اساتذہ نے اپنے اس شاگرد رشید کی ہر طرح سے عمدہ تربیت کی اور انہیں علم وعمل میں یگانہ بنا دیا۔

دینی تعلیم کے زمانے میں ہی مولانا محمد دین مجاہد عملی طور پر میدان کارزار میں آ گئے تھے۔ کم وبیش 1921ء میں جب وہ مدرسہ بڈھیمال میں زیر تعلیم تھے تو ان کی ملاقات صوفی محمد عبداللہؒ سے ہوئی۔ حضرت صوفی صاحب مستجاب الدعوات اور پرہیزگار بزرگ تھے تحریک مجاہدین میں انہیں بلند مقام حاصل تھا۔ انہوں نے مولانا محمد مجاہد کو تحریک میں شمولیت کی دعوت دی۔ اور ان کے سامنے تحریک کے مقاصد کو پیش کر کے آزادی کیلئے جدوجہد کرنے کی تاکید وتلقین کی۔ اس مرد مجاہد کی گفتگو ان کو متاثر کر گئی۔ اور وہ صوفی صاحب کی ہدایات کے مطابق حافظ محمد صدیق بمبانوالہ ضلع سیالکوٹ کے ہمراہ جہادی ٹریننگ کیلئے چمر کند جا پہنچے۔ وہاں امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی موجود تھے۔ ان کے دست مبارک پر بیعت جہاد کی اور میدان جہاد میں کود پڑے۔ اس وقت ارض ہند کے مسلمان بری طرح سے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ انگ[illegible]، ہندو اور سکھ قوم نے مسلمانوں کے خلاف ظلم وبربریت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ان حالات میں سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قائم کردہ جماعت مجاہدین ان مظالم کے خلاف برسر پیکار تھی۔ اور آزادی کیلئے کوشاں مولانا محمد دین نے تن من دھن سے اس تحریک میں کام کیا اور کئی معرکوں میں شامل ہوئے۔ چمر کند، اسمس اور یاغستان میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں یہ اگلی صفوں کے مجاہد تھے۔ انہوں نے جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔

1931ء میں انگریز فوج اور مجاہدین کے درمیان ایک زبردست معرکہ ہوا۔ اس کا سبب چمر کند اور یاغستان کا وہ علاقہ تھا۔ جہاں مجاہدین نے اپنا مرکز قائم کر رکھا تھا۔ برطانوی حکومت پشاور سے یاغستان تک پختہ سڑک تعمیر کر کے ان علاقوں تک رسائی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ انگریز کے اس مذموم ارادے کی روک تھام کیلئے مجاہدین اور انگریز فوج کی آپس میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ مجاہدین جرأت ودلیری سے لڑے اور انگریز فوج کی پوری طرح خبر لی۔ مجاہد محمد دین نے بھی حق ادا کیا اور انگریز فوج کے کمانڈر کو کاری وار کر کے واصل جہنم کرنے میں پھرتی دکھائی۔ کمانڈر کی موت سے انگریز فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس افراتفری کے عالم میں وہ اپنا ساز وسامان تو کیا اٹھاتے اپنے کمانڈر کی لاش بھی نہ لے جاسکے۔ اس معرکے میں مجاہدین کامیاب وکامران ہوئے۔

1937-38ء میں مجاہدین کا ایک اور معرکہ یاغستان کی پہاڑیوں پر برطانوی فوج سے ہوا۔ اس میں بھی انگریز کو منہ کی کھانی پڑی اور ان کا ایک سرکردہ آدمی لارڈ بشٹ ہلاک ہوا جو برطانوی حکومت کے لئے بہت بڑے نقصان کا باعث تھا۔

اس یادگار معرکے میں مولوی محمد دین مجاہد کے کولہے میں گولی لگی اور وہ زخمی ہوئے۔ انکا زخم تو کچھ عرصے بعد ٹھیک ہوگیا۔ لیکن ان کی ٹانگ میں ہمیشہ کیلئے لنگڑاہٹ پیدا ہوگئی۔ ایک ملاقات میں مولانا محمد دین مجاہد نے راقم سے ذکر کیا کہ جب اٹلی کے مسولینی سے ملاقات ہوئی اور میرے قد وقامت کو دیکھ کر بڑا حیران ہوا، اس نے مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی سے

1937-38ء میں مجاہدین کا ایک اور معرکہ یاغستان کی پہاڑیوں پر برطانوی فوج سے ہوا۔ اس میں بھی انگریز کو منہ کی کھانی پڑی اور ان کا ایک سرکردہ آدمی لارڈ بشٹ ہلاک ہوا جو برطانوی حکومت کے لئے بہت بڑے نقصان کا باعث تھا

پوچھا کہ کیا یہ مجاہد کبھی جہاد پر بھی گیا ہے۔ تو مولانا وزیر آبادی نے معرکہ یاغستان کا تزکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس معرکے میں ہمارے اس مجاہد کے گولی لگی تھی جس کے باعث یہ تھوڑا سا لنگڑا کر چلتا ہے۔ اب مسولینی وہ جگہ دیکھنے کی خواہش کی جہاں گولی لگی تھی لیکن میں شرم و حیا کے تقاضوں کی وجہ سے ایسا نہ کرسکا۔ اس طرح کے واقعات سے مولانا محمد دین کی زندگی بھری پڑی ہے مولانا فضل الٰہی وزیر آبادا اور صوفی عبداللہ مرحوم ان پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ اور بسا اوقات انہیں بعض ایسے خفیہ اور کی انجام دہی پر مامور کردیا جات۔ اور آپ نے کئی بار امیر المجاہدین کے اہم خطوط اور دستاویزات کو دوسرے علاقے کے مجاہدین اور سرداروں کو پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اور بعض مرتبہ جماعت کے ان اہم خطوط کی حفاظت کیلئے اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی اور بے خطر اس کام کو پورا کیا۔

ایک بار افغانستان کے حکمران امیر امان اللہ کے خلاف بغاوت نے سر اٹھایا تو انہوں نے امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی سے ان کی حفاظت کیلئے آدمی بھیجنے کی درخواست کی۔ امیر المجاہدین نے 64 مجاہدین پر مشتمل ایک دستہ تیار کے امیر امان اللہ خان کی طرف روانہ کیا۔ دستے میں شامل تمام مجاہد جنگی اصولوں سے آگاہ تیز طرار اور چوکس تھے۔ اس کی قیادت غازی عبدالکریم کے ہاتھ میں تھی۔ اور مولانا محمد دین مجاہد کو کسی دوسری جگہ سے بلا کر خصوصی طور پر اس دستہ میں شامل کیا گیا تھا۔

امیر امان اللہ اور افغان فوج کے کمانڈر علی احمد جان اس دستے کی کارگزاری سے بہت خوش ہوئے اور اپریل 1925ء میں انہوں نے اس دست کے تمام ارکان کو "تمغۂ خدمت" اور دیگر انعامات سے نوازا۔

جماعت مجاہدین کے سرفروش مجاہدوں کا انگریز حکومت کے خلاف ضرب وحرب کا سلسلہ جاری تھا کہ امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی نے مولانا محمد دین مجاہد کو حج بیت اللہ کی ترغیب دی۔ مولانا محمد دین کا دل وفور مسرت سے جھوم اٹھا اور انہیں بیت اللہ کی زیارت اور حج کا شوق بے چین و بیتاب کرنے لگا۔ حرم شریف کی زیارت کیلئے زاد راہ پاس نہ تھا۔ کراچی تک کا کرایہ صوفی عبداللہ صاحب نے دیا اس سے آگے اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے پاپیادہ سوئے حرم کو روانہ ہوئے اور پسنی، اوڑ ومارو، گوادر، مسقط، اور عدن کی بندرگاہ سے ہوتے ہوئے حدیدہ، جیزان اور لیث کے راستے مکہ مکرمہ پہنچے یہ سفر تقریباً چھ ماہ میں طے ہوا۔ اتفاق سے اس سال امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی بھی حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے تھے، دوران طواف ان سے ملاقات ہوگئی۔ خیر عافیت کا تبادلہ ہوا، اس کے بعد امیر المجاہدین نے سعودی شیوخ اور مختلف اسلامی ممالک کے سرکردہ افراد سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، تاکہ ان لوگوں کو جماعت مجاہدین کے عزائم اور آئندہ کے پروگرام سے آگاہ کیا جائے۔ امیر المجاہدین اٹلی اور جرمنی کے سفیروں سے بھی ملنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن انگریز سی آئی ڈی کے جاسوس ان پر گہری اور کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے محمد دین مجاہد نے مولانا فضل الٰہی کو ایک مشورہ دیا جسے سن کر مولانا اس پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوگئے۔ انہوں نے ٹوپی والا زنانہ برقعہ پہنا، زنانہ چپل پہنی اور محمد دین مجاہد (مجاہدین میں ان کا نام مجاہد یعقوب تھا) کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ دیکھنے میں ایسا لگتا تھا جیسے میاں بیوی جارہے ہوں۔ ایک سنسان جگہ پر دو آدمی ملے اور انہوں نے پوچھ گچھ کی۔ مجاہد یعقوب نے حاضر جوابی اور فراست سے جواب دیا کہ میری بیوی ہے اسے کچھ بیماری ہے ڈاکٹر کے پاس دوا لینے جارہا ہوں۔ ان دونوں آدمیوں نے آپس میں کوئی بات کی اور انہیں جانے کی اجازت دے دی۔

اس طرح مجاہد یعقوب امیر المجاہدین کو لے کر آرام سے اٹلی کے سفارت خانے پہنچ گئے۔ امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی کا تعارف کروایا اور بتایا کہ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے قافلہ حریت کے یہ امیر ہیں۔ ہندوستان کی آزادی کیلئے مسولینی اور ہٹلر سے ملنا چاہتے ہیں۔ اطالوی سفیر ان کے نام اور کام سے پہلے واقف تھا۔ آزاد ریڈیو پر اقبال شیدائی اکثر ان کی اس جدوجہد کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ جو وہ انگریزوں کے خلاف وطن کی آزادی اور اسلام کی سربلندی کیلئے گزشتہ چالیس برس سے کررہے تھے۔ اس نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور تینوں افراد کے ہوائی سفر کا انتظام کردیا۔ آبادشاہ پوری اپنی کتاب "سید بادشاہ کا قافلہ" میں لکھتے ہیں کہ.......... اٹلی پہنچ کر امیر المجاہدین، افغانستان کے معزول حکمران امان اللہ خاں کے مہمان ہوئے انہی کی وساطت سے مسولینی کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ مجاہد یعقوب (یعنی مولانا محمد دین مجاہد) بڑے لمبے تڑنگے تھے۔ مسولینی ان کا قد و قامت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ یورپ کے کسی بھی قد آور شخص سے تاڑ کے درخت کی طرح بہت بلند تھے۔ بے ساختہ پکار اٹھا Camel of Mujahidin. یہ تو مجاہدین کا اونٹ ہے۔ مسولینی اور ہٹلر سے ملاقات کے بعد امیر المجاہدین اپنے رفقاء کے ہمراہ واپس مکہ مکرمہ پہنچے اور حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ حج سے فراغت کے بعد واپسی کا پروگرام تھا۔ مولانا فضل الٰہی صاحب نے

مولانا محمد دین مجاہد نے حرکت وعمل سے بھرپور زندگی گزاری وہ زندگی بھر [illegible] میں سرگرم عمل رہے [illegible] زندگی کے آخری دور میں بھی ان کا جذبہ [illegible] جوان تھا اور [illegible] 1991ء [illegible] اپنے تمام گھر والوں کو بتائے بغیر جہاد [illegible] کنڑ جا پہنچے۔ اور کئی ماہ وہاں قیام پذیر [illegible] بتاتے ہیں کہ وہاں بھی اس بابے کا جذبہ دیکھنے کے لائق تھا وہ ہر وقت روسی فوج کے خلاف لڑنے کو بیتاب رہتے

محمد دین مجاہد کے حسن اخلاق اور کارکردگی سے متاثر ہو کر انہیں اپنے ہمراہ بحری جہاز میں سوار کر لیا اور اس طرح یہ مجاہد اپنے امیر کی رفاقت میں واپس وطن پہنچا۔

مولانا محمد دین مجاہد مخلص اور سچے مسلمان تھے۔ ان کی زندگی کا ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ کیجئے اور پھر اندازہ کیجئے کہ وہ اپنے مشن اور کام میں کتنے مخلص اور ذمہ دار تھے وہ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک آدمی چر کند مرکز مجاہدین میں ''الف لیلہ'' کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس کا نام محمد حسین ولد میاں اللہ داد تھا۔ میں اس کے قریب بیٹھا ذکر واذکار کر رہا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے کتاب لی اور جوش جذبات میں آ کر پھاڑ دی اور ساتھ ہی اسے کہا کہ بھائی ہم یہاں الف لیلہ پڑھنے نہیں آئے۔ اللہ سے ڈرو اور قرآن کی تلاوت کرو۔ اس آدمی نے تاؤ میں آ کر مجھے لاٹھی دے ماری۔ جواب میں میں نے اس سے لاٹھی چھین کر دو ٹکڑے کر دی اور اسے زوردار تھپڑ مارا جس سے اسے فوراً بخار چڑھ گیا۔ مجھے اس واقعہ پر بہت افسوس ہوا۔ صوفی عبداللہ صاحب ہماری کلاس کے وزیر تھے۔ انہیں پتہ چلا تو کہنے لگے یعقوب نے ایسا کیوں کیا اسے چاہیئے تھا مجھے بتاتا۔ چنانچہ سزا کے طور پر اسے مارو۔ لہٰذا دس بارہ آدمی میرے ارد گرد آ گئے میں نے بھی ایک کلہاڑی اٹھالی اور ایک مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ اچانک ایک مجاہد بھائی نے اچھل کر میرے ہاتھ سے کلہاڑی چھین لی اور میں حیران رہ گیا۔ ممکن تھا کہ اس جگہ فساد ہو جاتا۔ مولانا فضل الٰہی کو پتا چلا تو وہ فوراً تشریف لائے اور آواز دی کہ یعقوب میں کون ہوں؟ میں نے کہا آپ ہمارے امیر ہیں۔

تو انہوں نے فرمایا اگر تو مجھے امیر مانتا ہے تو کمرے کے اندر داخل ہو جا۔ میں ان کے حکم پر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اور پھر مجھے اس کمرے میں قید کر دیا گیا۔ صرف نماز کے وقت مجھے باہر نکالا جاتا۔ نماز کے بعد پھر قید کر دیا جاتا۔ دو دن اسی طرح گزرے تیسری رات تہجد کے وقت امیر المجاہدین نے مجھے اپنے پاس بلایا، ہم نے نوافل ادا کئے۔ پھر مجھے فرمانے لگے تم نے بہت اچھا کیا ہم یہاں الف لیلہ پڑھنے نہیں آئے۔ بلکہ جہاد کیلئے آئے ہیں۔ پھر انہوں نے صوفی عبداللہ صاحب اور محمد حسین کو بلایا اور ہماری صلح کروادی اور ہم نے فجر کی نماز اکٹھے ادا کی۔ یہ تھا محمد دین عرف مجاہد یعقوب کا جہاد سے متعلق جذبہ صادقہ اور اطاعت امیر کا مثالی واقعہ۔

دوسری جنگ عظیم کے وقت برصغیر میں حالات نے ایسی کروٹ بدلی کہ مسلمانوں کو یقین ہو گیا تھا کہ اب ملک انگریز کے تسلط سے آزاد ہو جائے گا۔ ایسے میں مسلمانوں نے پوری سرگرمی سے علیحدہ ملک کیلئے کوششیں شروع کر دیں۔ ہندوؤں اور سکھوں کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے لیکن اس کے باوجود تحریک پاکستان روز بروز زور پکڑتی جا رہی تھی۔

مولانا محمد دین مجاہد بھی تحریک پاکستان کے سرگرم مجاہد تھے۔ وہ دوسری جنگ عظیم کے بعد گوجرانوالہ کے قریب ایمن آباد میں آ کر آباد ہو گئے۔ یہاں ہندو اور سکھ بھی خاصی تعداد میں رہتے تھے اور ایمن آباد میں سکھوں کا بہت بڑا گوردوارہ تھا۔ سکھوں نے گوردوارے میں بہت سا اسلحہ اکٹھا کر کے مسلمانوں پر حملے کا پروگرام بنایا اس کی خبر محمد دین مجاہد کو لگ گئی۔ انہوں نے علاقے کے غیور مسلمانوں کو اکٹھا کر کے انہیں سکھوں کے ارادے سے مطلع کیا اور ساتھ ہی جہاد کا وعظ کر کے ان کے جذبات کو بھڑکایا۔ مسلمان ان کی قیادت میں گوردوارے پر پل پڑے اور انہوں نے گوردوارے کا آہنی تالہ اور گیٹ توڑ ڈالا۔ اندر سکھ موجود تھے ان سے دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ ایسے میں کسی نے پولیس کو خبر کر دی لیکن مسلمان مجاہدوں نے پولیس آنے سے پیشتر سکھوں کو مار بھگایا اس لڑائی میں **8** مسلمان شہید اور کئی زخمی ہوئے۔ ضلع گوجرانوالہ میں قیام پاکستان کیلئے عملی جدوجہد کا یہ نقطہ آغاز تھا اس کا سہرہ مولانا محمد دین کے سر جاتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد قرب و جوار کے علاقے میں غیر مسلموں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا اور ہیبت بیٹھ گئی۔ بلاشبہ محمد دین مجاہد نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور دامے، درمے قدمے سخنے آزادی کی تحریک کو کامیاب بنایا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی وہ وطن عزیز کی بقا اور سالمیت کی حفاظت میں پیش پیش رہے۔ **1948ء** میں جب مقبوضہ کشمیر کی آزادی کیلئے ہندوستان کی فوج سے جنگ شروع ہوئی تو مولانا محمد دین مجاہد نے نہ صرف یہ کہ وعظ و تقریر سے اپنے علاقے کے افراد کو جہاد کیلئے برانگیختہ کیا بلکہ ضروریات زندگی کا بہت سا سامان ٹرک میں بھر کر مجاہدین کشمیر میں تقسیم کیا۔ اس موقع پر جماعت مجاہدین کے سرکردہ افراد مولانا محمد عمر فاروق غزنوی، مولانا حافظ محمد یوسف گکھڑوی، مولانا عبدالکریم بھی موجود تھے۔ آزاد کشمیر کے سابق صدر اور وزیراعظم سردار عبدالقیوم خاں اس جنگ میں بنفس نفیس موجود تھے۔ انہوں نے جماعت مجاہدین کے اس اقدام کی بڑی تحسین کی تھی۔ اور اس خوشی میں انہوں نے اپنی بندوق مولانا عمر فاروق غزنوی مرحوم کو عنایت کی۔ اور مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی کی جو بندوق عمر فاروق صاحب کے پاس تھی انہوں نے وہ مولانا محمد دین مجاہد کو ھدیہ کر دی۔

چند سال پہلے اسلام آباد میں جماعت اہلحدیث کا ایک وفد سردار عبدالقیوم سے ان کے دفتر میں ملا۔ اثنائے گفتگو سردار صاحب نے مولانا عمر فاروق غزنوی اور مولانا محمد دین مجاہد کا تذکرہ کیا کہ **1948ء** میں ان لوگوں نے کشمیری مجاہدین کا بڑا ساتھ دیا تھا۔ جب سردار صاحب کو بتایا گیا کہ مولانا محمد دین مجاہد بقید حیات ہیں اور یہیں اسلام آباد میں ہی

> **کارواں جہاد کا یہ انتھک مجاہد کچھ عرصہ بیمار رہ کر اور زندگی کی 108 بہاریں دیکھ کر 9 اگست 2000ء کی شام ہمیشہ کیلئے ہم سے رخصت ہو گیا۔ اللہ ان کے جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے آمین**

اپنے چھوٹے صاحبزادے حبیب اللہ سوری کے ہاں قیام پذیر ہیں تو وہ ان سے ملاقات کے بڑے مشتاق ہوئے۔ اگلے روز طے شدہ وقت پر سردار صاحب اپنے رفقاء کے ہمراہ مولانا محمد دین سے ملے اور کوئی ڈیڑھ گھنٹہ جہاد کے موضوع اور گزشتہ دور میں مجاہدین کی جہادی سرگرمیوں پر گفتگو کی۔ اور اکابرین جماعت مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی، صوفی عبداللہ، مولانا سید داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور میاں فضل حقؒ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس موقع پر مولانا کے صاحبزادے عبدالعزیز راشد، ڈاکٹر عبدالحفیظ فاروقی، پروفیسر سیف خالد، اور عتیق الرحمٰن عزیز بھی موجود تھے۔ مولانا مرحوم کی خدمات کے سلسلے میں سردار صاحب کی طرف سے یہ یادگار ملاقات تھی۔

1962ء میں یہ عظیم مجاہد زندگی کی بہت سے بہاروں سے گزر کر عالم کہولت میں داخل ہو چکا تھا۔ لیکن جب ہندو بنئے نے 6 ستمبر کی تاریک رات میں پاکستان پر حملہ کیا تو یہ بوڑھا شیر جذبہ جہاد سے سرشار دشمن سے مقابلے کیلئے تیار تھا۔ صوفی عبداللہؒ نے ایک دستہ تیار کیا جس کی قیادت مولانا محمد دین مجاہد کے سپرد کی گئی۔ اس دستے نے اپنی خدمات پاک فوج کو پیش کیں۔ اور پھر انہیں سیالکوٹ کے محاذ پر بھیج دیا گیا اور وہاں جماعت مجاہدین کے ان جیالوں نے پاک فوج کے ساتھ مل کر دشمن کی کئی چوکیاں فتح کیں۔ یاد رہے کہ جماعت مجاہدین کے اس دستے کے تمام افراد کیلئے سامان حرب اور وردیاں مولانا سید داؤد غزنویؒ کے صاحبزادے مولانا عمر فاروق غزنوی نے مہیا کیا تھا۔

مولانا محمد دین مجاہد نے حرکت وعمل سے بھرپور زندگی گزاری وہ زندگی بھر میدان کارزار میں سرگرم عمل رہے۔ زندگی کے آخری دور میں بھی ان کا جذبہ جہاد جوان تھا اور وہ 1991 میں اپنے تمام گھر والوں کو بتائے بغیر جہاد افغانستان میں شرکت کیلئے معسکر طیبہ صوبہ کنڑ جا پہنچے، اور کئی ماہ وہاں قیام پذیر رہے۔ میرے چچازاد بھائی عبدالخالق بتاتے ہیں کہ وہاں بھی اس بابے کا جذبہ دیکھنے کے لائق تھا وہ ہر وقت روسی فوج کے خلاف لڑنے کو بیتاب رہتے۔ مولانا غلام رسول مہر صاحب کی ''سرگزشت مجاہدین'' ان کے پاس تھی اس سے واقعات پڑھ کر نوجوانوں کو سناتے اور ان کے جذبہ جہاد کے شوق کو اور تیز کرتے۔ وہ پرانے دور کی ایک نشانی تھے، اسلاف سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ مجھے جب بھی موقع ملتا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلاف کرام کے واقعات سنتا۔ دوران گفتگو ایک بار میں نے ان سے فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے متعلق پوچھا تو بڑے خوش ہوئے اور ایک دلچسپ واقعہ سنایا۔ کہنے لگے مولانا ثناء اللہ مرحوم بڑے خوش طبع، بااخلاق اور بلند پایہ عالم دین تھے۔ ایک بار میں ان کی خدمت میں امرتسر حاضر ہوا۔ مولانا شفقت ومحبت سے ملے۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مجاہدین کی جماعت سے آیا ہوں میرے نام آپ اخبار اہلحدیث جاری کر دیں۔ مولانا نے فرمایا آپ کو ''اہلحدیث'' جاری ہو جائے گا۔ پھر مولانا نے پوچھا مجاہد تمہاری شادی ہوئی ہے؟ محمد دین صاحب کہنے لگے نہیں مولانا گویا ہوئے اس کیلئے کچھ کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے اہلحدیث میں اعلان دے دیا کہ ایک سات فٹ کے نوجوان (جو جماعت مجاہدین سے تعلق رکھتا ہے) کیلئے رشتہ درکار ہے۔ مولانا محمد دین بتاتے تھے کہ جب میں اپنے گاؤں میر محمد آیا تو لوگ مجھے مذاق کرنے لگے کیونکہ انہوں نے اخبار اہلحدیث میں یہ اعلان پڑھا تھا۔ مولانا محمد دین مجاہد نے جامعہ تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ ماموں کانجن جس کے بانی حضرت مولانا صوفی محمد عبداللہ مرحوم تھے اس کی بھی بڑی خدمت کی۔ حضرت صوفی صاحب ان پر بڑا اعتماد رکھتے تھے۔ اور انہوں نے محمد دین صاحب کو اپنے مدرسہ کا سفیر بنا دیا تھا۔ مولانا مرحوم نے کم وبیش تیس سال یہ خدمت انجام دی۔ مولانا محمد دین مجاہد نے تین شادیاں کیں۔ ان کی پہلی دو بیویاں اس بنا پر ان سے نبا نہ کر سکیں کہ محترم شوق جہاد میں ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے تھے اور کئی کئی مہینے گھر سے باہر رہتے۔ زندگی کے ایک موڑ پر یہ مرد مجاہد ضلع ہزارہ کے علاقہ گلیات کے نواحی بستی نگری بالا میں وارد ہوا۔ اور وہاں کی جامع مسجد اہلحدیث میں خطابت وامامت کے فرائض ادا کرنے شروع کئے۔ وہاں ایک نیک دل عالم دین نے ان کی نیکی تدین و تقویٰ اور دینی جذبہ سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا۔ اس رشتے سے متعلق ایک دلچسپ واقعہ بھی سنتے جائیے۔ جو مجھے مرحوم نے ہی سنایا تھا۔ مولانا محمد دین مجاہد بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے سسر تو اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کرنے میں راضی تھے لیکن ساس صاحبہ کا دل مطمئن نہ تھا۔ ان کا خیال تھا کہ داماد کی عمر زیادہ ہے۔ چنانچہ سسر محترم نے انہیں ہر طرح مطمئن کرنے کی کوشش کی بالآخر میری ساس نے یہ شرط رکھی کہ ہونے والے داماد کے آگے مکئی کے دانے بھون کر رکھے جائیں اگر وہ انہیں چبا جائیں تو ہمیں یہ رشتہ منظور ہے۔ اب مجھے انہوں نے گھر بلایا اور مکئی کے دانے بھون کر پیش کئے میں نے وہ چبا لئے اس طرح تمام مطلع صاف ہو گیا۔ اور میری شادی ہو گئی۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت مولانا مرحوم کی عمر پچاس کے قریب تھی۔ میرے بزرگ دوست مولانا اسحاق بھٹی صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مولانا محمد دین کو 1940ء سے پہلے اپنے وطن کوٹ کپورے دیکھا تھا

مولانا فضل الٰہی وزیرآبادؒ اور صوفی عبداللہ مرحوم ان پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔ اور بسا اوقات انہیں بعض ایسے خفیہ امور کی انجام دہی پر مامور کر دیا جاتا۔ اور آپ نے کئی بار امیر المجاہدین کے اہم خطوط اور دستاویزات کو دوسرے علاقے کے مجاہدین اور سرداروں کو پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اور بعض مرتبہ جماعت کے ان اہم خطوط کی حفاظت کیلئے اپنی جان کی بھی پروا نہیں کی اور بے خطر اس کام کو پورا کیا